ڈاکٹر وحید الرحمن شاہ۔ صدر شعبہ اسلامیات
گورنمنٹ کالج پشاور

تعارف و تبصرۂ کتب

کشاف القرآن (پشتو)

مولانا حافظ محمد ادریس طوروی

مفسرؒ حافظ محمد ادریس بن حافظ احمد شاہ بن حافظ نقاب شاہ ضلع مردان کے موضع طور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پردادا حافظ سمیع اللہ المعروف باجڑے بابا صاحب اپنے وقت کے بڑے عالم و فاضل بزرگ گذرے ہیں۔

حافظ صاحب نے سات برس کی عمر میں قرآن مجید اپنے والد صاحب سے حفظ کیا۔ درس نظامی کی کتابیں اپنے نانا مولانا محمد اسمٰعیل شہید طوروی (المتوفی ۱۳۳۸ھ۔ ۱۹۱۰ء) سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے ہندوستان کا سفر کیا۔ اور دہلی میں عبد الجلیل صاحب تلمیذ مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کر کے مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیری (المتوفی ۱۳۵۳ھ۔ ۱۹۳۴ء) اور مولانا شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۹ء) سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے "مولوی فاضل" کا امتحان امتیاز سے پاس کر کے تین سو روپیہ نقد اور ایک تمغہ انعام حاصل کیا۔ الہ آباد یونیورسٹی سے عالم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں منشی فاضل اور ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں ادیب فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کئے۔

۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں ایم اے او کالج امرتسر میں عربی اور دینیات کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۳۶۱۔ ۶۲ھ مطابق ۴۳۔ ۱۹۴۲ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں عربی اور اردو اور اسلامیہ کالجیٹ سکول میں پشتو کی تدریس کی۔

۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں میٹرک ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں ایف اے ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں بی اے ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں ایم اے فارسی اور ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں ایم اے عربی کے امتحانات پاس کئے اور ایم اے عربی میں طلائی تمغہ بھی حاصل کیا۔

آپ پنجاب یونیورسٹی کے وظیفہ پر بہاولپور کالج میں ریسرچ سکالر مقرر ہوئے۔ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں

محکمہ اطلاعات صوبہ سرحد میں ملازم ہوئے۔ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں وہاں سے محکمہ تعلیم میں آئے۔ پہلے گورنمنٹ کالج مردان۔ پھر ایبٹ آباد میں عربی کے لیکچرر رہے۔ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی کے لئے بطور صدر شعبہ آپ کی خدمات مستعار لی گئیں۔

۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں پشاور یونیورسٹی کی طرف سے آپ جامعہ ازہر (قاہرہ) میں تین ماہ کے لئے ریسرچ سکالر بن کر روانہ ہوئے۔ محرم ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء کو بوئنگ طیارہ جب قاہرہ کے ہوائی اڈہ کے قریب پہنچا تو اس میں اچانک ایک دھماکہ ہوا اور جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اس میں آپ کے علاوہ ملک کے ۲۳ ممتاز ادیب اور صحافی بھی واصل بحق ہوئے۔ اور قاہرہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے[۵]

حافظ صاحب کی تصانیف[۶] میں سے کشاف القرآن ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ جسے آپ نے ایک عجیب و غریب انداز میں پیش کیا۔

آپ نے مختلف پشتو تراجم و تفاسیر کا بغور مطالعہ کیا۔ یہ اگرچہ نہایت ہی مستند اور قابل تحسین ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بامحاورہ اور مختصر ترجمہ و تفسیر بزبان پشتو نہیں تھی جس سے دور حاضر میں استفادہ کیا جاسکے حافظ صاحب جانتے تھے کہ "کلام اللہ" جو عربوں کے محاورہ میں اترا ہے اس کا وہی ترجمہ زیادہ مفید و مناسب ہو سکتا ہے جو بامحاورہ ہو اور خلق خدا کو اس کے مطالب سمجھنے میں آسانی ہو۔ لیکن آپ کے سامنے پشتو تراجم و تفاسیر میں اس قسم کا کوئی نمونہ موجود نہیں تھا۔ لہٰذا آپ نے کافی غور و خوض کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے تراجم دیکھ لینے کے بعد اٹھایا۔

آپ نے پھر بھی اس مقصد کے حصول کے لئے پہلے نمونہ کے طور پر پارہ اول کا ترجمہ اور تفسیر لکھ کر چھپوائی چند سال بعد (۱۳۶۹ھ - ۱۹۵۰ء اور ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۴ء کے درمیانی عرصہ میں) قرآن پاک کے تیسویں پارے

---

[۵] رسالہ شفق حافظ محمد ادریس نمبر گورنمنٹ کالج مردان ص ۵۰۔ ب۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد حصہ دوم۔ سید محمد امیر شاہ قادری ص ۲۵۴ تا ۲۶۱۔ ج) ماہنامہ الفقیہہ ۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ د۔ ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۵۷۹۔ ۵۸۱۔ ک۔ مشاہیر علماء دیوبند ج ا۔ قاری فیوض الرحمان ص ۲۱۴ [۶] پاکستان کے علمی مجلات میں مختلف مضامین کے علاوہ آپ کی لکھی ہوئی تقریباً بیس کتابیں دستیاب ہیں۔ جن میں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جمال الدین افغانی۔ ۲۔ دراسۃ القرآن۔ ۳۔ چہل حدیث کا پشتو ترجمہ۔ ۴۔ النحو الواضح لعلی جارم مصری کے پہلے تین اجزاء کا اردو ترجمہ۔ ۵۔ میر الوکیین طہٰ حسین مصری کی کتاب کا ترجمہ۔ ۶۔ اسلامی قصے۔ ۷۔ تعلیمی قصے۔ ۸۔ پشتو گرامر۔ ۹۔ معجزات رسول۔ ۱۰۔ ازہار الادب برائے نہم و دہم وغیرہ

کا ترجمہ وتفسیر کشاف القرآن، پارہ عم کے نام سے یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سے شائع کیا۔ جسے پشاور یونیورسٹی نے پشتو آنرز کے نصاب میں شامل کیا۔ اول وآخر پارے کی اشاعت پانچ سال بعد تک ان کے بارے میں علماء کے رد عمل کا انتظار کیا۔ لیکن عوام وخواص دونوں طبقوں نے آپ کے علم ودانش کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ترجمہ کو نہایت ہی سراہا۔ اور بقیہ پاروں کا ترجمہ وتفسیر لکھنے کی شدید خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ حافظ صاحب نے لوگوں کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن پاک کا مکمل ترجمہ وتفسیر لکھنا شروع کی۔

کشاف القرآن جلد اول ابتدائی پندرہ پاروں کا ترجمہ وتفسیر ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سے شائع کیا جو ۱/۲"۱۰ × ۱/۲"۶ کی تقطیع کے ۷۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء میں قاہرہ جانے سے ایک روز قبل مکمل کر چکے تھے۔ اور سورہ یٰسین تک کے حصہ کی کتابت بھی ہو چکی تھی۔ البتہ اسی سورہ کے ایک حصہ کو اپنے ساتھ نظر ثانی کے لئے مصر لے گئے کہ شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔ چنانچہ یہ حصہ کراچی میں آپ کے واپس کردہ بریف کیس سے ملا۔ جسے آپ کے برخوردار پروفیسر ولی اللہ صاحب نے یونیورسٹی بک ایجنسی کو اشاعت کے لئے دے دیا۔

حصہ اول کی طرح حصہ دوم کی کتابت بھی مولوی خیر محمد صاحب نے کی۔ جسے ایجنسی نے حصہ اول کے پندرہ سال بعد ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔ یہ حصہ ۷۷۱ تا صفحہ ۱۶۷۶ کے ۹۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

کشاف القرآن حصہ اول کے سرورق کی پشت پر پیش کش کے مندرجہ ذیل عبارت ہے۔

"پاکہ ربہ! ستا په پاک دربار کښ ستا کلام پیش کوم او د دے په برکت د خپلو بے شمیره گناهونو بخښنانه غواړم! ته بخښونکے مهربان ئے"

ترجمہ۔ اے رب! تیرے مقدس دربار میں تیرا کلام پیش کرتا ہوں اور ان کے طفیل اپنے بے شمار گناہوں کی بخشش کا طالب گار ہوں۔ تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

حافظ صاحب نے کشاف کی ابتدا میں "قرآن مجید کی تاریخ" کے موضوع پر ایک مبسوط جامع مقدمہ پیش کیا ہے۔ جس میں "تراجم قرآن مجید" کے عنوان کے ذیل میں ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے بارے میں اپنے معلومات وتاثرات محققانہ انداز میں بیان فرمائے ہیں جو کسی دوسری تفسیر کے مقدمہ میں نہیں ملتے بلکہ آپ لکھتے ہیں۔

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کے دو طریقے ہیں۔ ایک لفظی اور دوسرا بامحاورہ۔ لفظی ترجمہ کا

کشاف القرآن جلد دوم صـ ۷۰ الف

ہر لفظ کے نیچے اس کے لغوی معنی کے ہیں۔ اور بامحاورہ ترجمہ سے ہر لفظ وجملہ کا مطلب دوسری زبان میں اس انداز سے بیان کرنے کا ہے کہ عوام اس کی عبارت سنتے ہی بات کی تہہ تک پہنچ سکیں۔

لفظی ترجمہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں غلطی یا مطلب بدلنے کا احتمال کم ہی ہوتا ہے۔ لیکن بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ عوام صحیح مطلب اخذ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ عوام اپنی زبان کے "محاورہ" میں گفتگو کرتے ہیں۔ اور ایک زبان کے محاورے دوسری زبان کے محاوروں سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اس کے مقابلے میں بامحاورہ ترجمہ میں تقدیم وتاخیر ہو سکتی ہے۔ لیکن ایسا ترجمہ عوام کے لئے مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ترجمہ کے مطلب کو خوب سمجھ جاتے ہیں۔ اور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں:-

دنیا کی ساری زبانیں تین نسلوں میں تقسیم ہو چکی ہیں۔ آریہ۔ سامی اور حامی۔ اب اگر کوئی کسی ایک ہی زبان کا ترجمہ اسی نسل کی دوسری زبان میں کرنا چاہے۔ مثلاً فارسی سے پشتو۔ یا پشتو سے اردو میں۔ تو کسی حد تک لفظی ترجمہ بھی کارآمد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ساری آرین زبانیں ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ان کی جڑیں ایک ہی جگہ پہنچتی ہیں۔ لیکن اگر عربی سے پشتو یا اردو میں ترجمہ کیا جائے تو پھر لفظی ترجمہ بہت کم فائدہ دیتا ہے۔ کیونکہ عربی "سامی" زبان ہے۔ ان کے ترتیب الفاظ، مسائل صرف ونحو اور عام محاورات آرین زبانوں سے بالکل مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر عربی میں پہلے موصوف اور بعد میں صفت آتی ہے۔ لیکن پشتو میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسی طرح عربی میں پہلے مضاف اور بعد میں مضاف الیہ آتا ہے۔ اور پشتو میں ہمیشہ بعد میں آتا ہے۔ عربی کے حروف عاملہ جدا ہیں۔ اور ان کے مقابلے میں پشتو کے حروف علیحدہ ہیں۔ علاوہ ازیں اتنا بہت ہی جگہوں میں عربی حروف کا ترجمہ پشتو زبان میں مناسب جگہ نہیں پاتا۔

مندرجہ بالا تمہید کے بعد حافظ صاحب کشاف کے ترجمہ کے لئے بطور جواز کے رقمطراز ہیں کہ

یہی وجہ ہے کہ علماء نے قرآن مجید کے ترجمہ میں اس بات کی اجازت دی ہے کہ ترجمہ کرتے وقت الفاظ کو مناسب طریقے سے آگے پیچھے لگا کر ترجمہ کا محاورہ درست کیا جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں سب سے پہلے حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن مجید کا اردو لفظی ترجمہ کیا۔ پھر شاہ عبدالقادرؒ نے نہایت ہی احتیاط سے قدرے بامحاورہ ترجمہ کیا۔ ان کے بعد قرآن مجید کے اردو میں بہت سے ایسے بہترین ترجمے کئے گئے۔ جو معمولی کوشش سے انسان قرآن کریم کے فہم ومطلب کو سمجھ سکتا ہے۔ ان میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے تراجم زیادہ مقبول ہیں۔ تفسیر ماجدی بھی اسی ہار کے خوبصورت پھول ہیں۔"

حافظ صاحب کو عربی کے جدید ادب پر پورا عبور حاصل تھا۔ اس لئے آپ کو ترجمہ کرنے کے تمام
اہل تھے۔ عصری تقاضوں سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ اور تمام مسلمانوں کے احساسات پر پوری نظر رکھتے
لئے۔ تفسیر کی قدیم و جدید کتب پر نظر رکھتے تھے۔

کشاف القرآن کے معنوی محاسن مندرجہ ذیل ہیں۔

زبان صاف اور واضح ہے۔ اور پہلی ہی مرتبہ سمجھ میں آجاتی ہے۔

ترجمہ با محاورہ ہے۔ عربی الفاظ کی ترتیب کی پابندی نہیں کی گئی ہے۔

اکثر مقامات پر مجموعی جملے کا ترجمہ مجموعی لحاظ سے کیا گیا ہے۔ اور لفظی رعایت ترک کر دی گئی ہے۔

اسرائیلی روایات کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ۵۔ بعض خاص خاص مقامات پر قدیم مفسرین کی رائے
بیان کرتے ہیں۔ اور بعض جگہ ہم عصر مفسرین خصوصاً المراغی کی رائے کو شامل کیا گیا ہے۔

ابتدائی سورت میں اس کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ ۷۔ تاریخی مواد بھی تازہ ترین تحقیق کے مطابق شامل ہے۔

فقہی مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں خصوصاً جس جگہ تفسیر کے لحاظ سے ابہام کا احتمال ہو۔

محاورے کی خاطر مفہوم و مطالب آیات کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

یہ کوشش کی گئی ہے کہ مختصر الفاظ میں مطلب واضح ہو جائے۔

اس سے حافظ صاحب کی غرض یہ تھی کہ تفسیر کی ضخامت زیادہ نہ ہو اور ہدیہ بھی کم ادا کرنا پڑے۔

ان معنوی خصوصیات کے ساتھ ساتھ ناشر یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور نے جلد دوئم کی کتابت و طباعت
اور جلد بندی میں بھی کافی محنت کی ہے۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک پشاور کا تعلق ہے۔ یہ تفسیر طباعت
ظاہری حسن اور فنی محاسن کے لحاظ سے دینی کتب میں ایک شاہکار ہے۔

ترجمہ کشاف القرآن | حافظ صاحب نے ترجمہ کرتے وقت کسی ترجمہ و تفسیر کو سامنے نہیں رکھا بلکہ خود ہی
کی عبارت کا ترجمہ رواں پشتو زبان میں کیا۔ ۲۔ جہاں کہیں تشریح طلب الفاظ کی ضرورت محسوس کی وہاں
توسین الفاظ رکھے ہیں۔

قرآن مجید میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے مختلف مقامات پر مختلف ترجمے کئے گئے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید
الفاظ اپنی اپنی جگہ جدا جدا غرض کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے حافظ صاحب نے حضرت
الہند، مولانا تھانوی اور مولانا مودودی کی پیروی کی ہے۔

حافظ صاحب فطری طور پر جدت پسند تھے۔ ترجمہ میں جگہ جگہ اسی سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً پارہ اول کی ابتدا
۔۔۔م اللہ الرحمٰن الرحیم" کا ترجمہ یوں کیا ہے:۔

"خدا تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے"
یہاں "الرحمٰن" کا ترجمہ نہایت مہربان اور "الرحیم" کا "بہت مہربان" کیا ہے۔ بعد کی دوسری سورتوں میں جہاں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے وہاں حافظ صاحب نے "الرحمٰن" کا ترجمہ "بخشنے والا" کیا ہے۔ الرحیم کا "بہت مہربان" کہیں "زیادہ مہربان" کہیں "بار بار مہربان اور کہیں" زیادہ رحم کرنے والا" اور کہیں صرف "مہربان" کیا ہے۔

پندرھویں پارہ سورہ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۹ میں چار جگہ لفظ "قُل" آیا ہے۔ حافظ صاحب نے ہر جگہ اپنی مناسبت سے جدا جدا ترجمہ کیا ہے۔ قُل ربّ اَدخلنی اور دعا کریں کہ اے میرے رب مجھے پہنچا دیں۔ وقُل جاء الحق اور اعلان کریں کہ حق (بس یہی ہے) آگیا... قُل کُلّ (اے نبی انہیں) فرما دیجئے۔ قُل الرُّوح من امر ربّی فرمایئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے۔

سورہ اخلاص میں قل ہو اللہ احد کا ترجمہ اعلان کرنے کا کیا ہے کہ "یہ اعلان کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے" سورہ رحمٰن میں جہاں پہلی مرتبہ فبایّ آلاء ربّکما تکذبٰن آتا ہے تو اس کا ترجمہ "تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے" دوسری مرتبہ "تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھوٹا سمجھو گے" تیسری بار "تم دونوں قومیں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو چھپاؤ گے" کیا ہے۔

سورہ الکہف کی ۷۰ ویں آیت قَالَ اَلَمْ اَقُل اِنّک لَن تستطیع معی صبرا۔ کا ترجمہ "میں نے (قبل اس کے) نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ گذارہ نہیں کر سکو گے۔ آگے چل کر یہی آیت ۷۵ ویں نمبر پر پارہ ۱۶ کی ابتدا میں آتی ہے جس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ "(حضرت خضرؑ) نے اس کو فرمایا کہ میں نے تم کو (پہلے) نہیں کہا تھا کہ آپ کا میرے ساتھ گذارہ نہیں ہو سکے گا"

مذکورہ نکات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو قرآن حکیم کے مضامین، کلمات اور اسلوب بیان پر بہت زیادہ دسترس حاصل تھی۔ آپ کو کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ان کلمات کو اللہ تعالیٰ مخصوص اور صاف بیان فرماتا ہے۔ جو بذاتہ مبالغہ کے ہیں۔ زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور کبھی یہ خیال غالب ہو جاتا ہے کہ مبالغہ بہر حال موجود ہے۔ اس کا اظہار ضروری ہے۔ اسی طرح آیت کا ترجمہ اغراض و مقاصد کے پیش نظر کیا گیا ہے

حقیقت یہ ہے کہ حافظ صاحب کا پشتو ترجمہ دور حاضر میں ایک مثالی ترجمہ ہے۔ پشتو زبان میں آج تک ایسا ترجمہ کسی نے نہیں پیش کیا۔

تفسیر | تفسیر کے بارے میں پشتو زبان ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے۔ مفسرین و ناشرین دونوں اس وقت اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔ کہ مکمل تفصیل کے ساتھ پشتو زبان میں تفسیر لکھیں اور ناشرین اسے شائع کریں۔ حافظ

صاحب کے ایک ہم عصر عالم و فاضل مولانا حبیب الرحمان۔ رستم۔ ضلع مردان نے تفصیل کے ساتھ قرآن پاک کے تیسوں پاروں کی تفسیر لکھی ہے۔ اور ذاتی کوششوں سے چھپوائی ہے۔ لیکن اکثر علماء کو طویل تفسیر لکھنے اور ناشرین کو چھاپنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ کیونکہ پشتو زبان میں ایسی تفاسیر کا نہ کوئی خریدار ہوگا اور نہ قارئین حضرات۔ حافظ صاحب اس مشکل سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے آپ نے اپنی تفسیر ایسی مختصر رکھی جس میں جملہ ضروری مطالب کو ایسے قلیل مگر جامع الفاظ میں مدون کیا جس سے تفسیری مطالب بھی پورے ہو گئے اور چھپوانے کے لئے بھی آسانی ہو گئی۔

حافظ صاحب نے تفسیر میں بھی عموماً مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا مودودی کی تفاسیر سے زیادہ استفادہ کیا ہے جس کا اعتراف آپ نے تفسیر میں بھی کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تفسیر بقول استاد محترم مولانا عبدالقدوس صاحب کی گویا "قرآن السعدین" ہے جو قدامت و جدت دونوں سے آراستہ ہے۔

ذیل میں اس اجتماع کے نتیجہ کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

سورہ انعام میں حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں آپ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فلما جن علیہ اللیل رأ کوکبا (الی قولہ تعالیٰ) انی برئ مما تشرکون ترجمہ جب ستارے کو دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ میرا رب ہے۔ سو جب آفتاب غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم تمہارے ہر قسم کے شرک سے میں بیزار ہوں۔

علمائے قدیم نے اس مقام پر مختلف اعتراضات سے بچنے کی خاطر اس قصہ کو اس امر پر محمول کیا ہے کہ یہ باتیں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے ساتھ بوقت مناظرہ کے ان کے سمجھانے کے لئے فرضاً (بطور فرض کے) کہی تھیں۔ مولانا مودودی صاحب یہ قصہ حضرت ابراہیمؑ کا استدلال مانتے ہیں۔ حافظ صاحب بھی یہاں مودودی صاحب کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن حافظ صاحب کی سادہ اور مختصر عبارت اپنی جگہ مودودی صاحب سے زیادہ زوردار ہے۔ تبیان کے صفحہ ۲۳۶ پر یوں لکھتے ہیں:۔

ترجمہ۔ اس وقت ملک عراق میں بت پرستی عام تھی۔ اور ستارہ پرستی بھی تھی۔ جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو بت پرستی سے فوراً انکار کر دیا۔ پھر آپ نے کائنات سماوی پر نظر دوڑائی تو آپ کی تلاش حق ستاروں سے چاند تک اور اس سے سورج تک پہنچی۔ اور جب یہ تمام اشیا آپ کو فانی معلوم ہوئیں تو ایک خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اس عقیدے کی تبلیغ کی خاطر جہاد شروع کیا۔

اسی سورت کے گیارھویں رکوع آیت ۹ میں ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت کے ترجمہ میں حضرت علی تھانوی لکھتے ہیں: " اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں تو بڑا ہولناک منظر دکھائی دے جب کہ یہ ظالم

لوگ موت کی روحانی سختیوں میں گرفتار ہوں گے" اور پھر مزید تشریح کے لئے فرماتے ہیں۔
"غمرات" میں روحانی کی قید اس لئے لگائی کہ نزع کی شدت جسمانی کفارہ کے نہ لوازم میں سے ہے نہ خواص میں سے ہے" یہی تشریح مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی پسند فرمائی تھی۔ اور فوائد میں اس قدر لکھا۔ "یعنی موت کی باطنی اور روحانی سختیوں میں"۔ مودودی صاحب یہاں یہ ترجمہ کرتے ہیں۔ "کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جب کہ وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیں"۔ مودودی صاحب نے یہاں یہ باریک نکتہ بیان نہیں کیا کہ نزع کی روحانی سختیوں کا ظاہری سختیوں سے تعلق نہیں ہے۔

حافظ صاحب نے یہاں ترجمہ تو سادہ کیا ہے۔ "اور اگر تو نظارہ کرے جس وقت (دیہ) ظالم موت کی سختیوں میں پڑے ہوں"۔ لیکن فوائد میں اس نکتہ پہ زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ترجمہ۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سختی سے مراد نزع کی ظاہری سختی نہیں ہے جس طرح عوام میں مشہور ہے۔ نزع کی ظاہری سختی کا تعلق جسم کی ساخت سے ہے۔ بچے کی نزع سخت ہوتی ہے۔ قوی اور پہلوان آدمی جب مرتا ہے تو اس کی نزع لمبی اور شدید ہوتی ہے کمزور اور بیماریوں کا مارا ہوا یا بہت ضعیف کی نزع آسان ہوتی ہے۔ اس میں نیک و بد اور متقی فاسق بلکہ مسلم و کافر کا فرق نہیں دکھائی دیتا۔ نزع کی جو سختی شریعت میں بیان ہو چکی ہے وہ باطنی سختی ہے۔ جسے صرف مردہ محسوس کرتا ہے اور دوسرے زندہ لوگ محسوس نہیں کر سکتے"

دسویں پارے کی آیت" ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ (الی قولہ تعالی) وفی النار ہم خالدون کی تفسیر میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اور دوسرے مفسرین نے یہاں لمبے لمبے حاشیے لکھے ہیں۔ حافظ صاحب تفسیر میں اپنے فوائد کے ذیل میں صفحہ ۴۶۵ پر ان کا جامع خلاصہ بغیر کسی حوالے کے یوں پیش کیا ہے۔

<u>پشتو سے اردو ترجمہ</u> | مسجد کی آبادی میں اس کی عمارت بنانا۔ مرمت کرنا۔ صفائی کا خیال رکھنا اور اس میں عبادت کرنا سب شامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ایک آدمی کافر ہے تو اس میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ وہ خانہ کعبہ یا کسی دوسری مسجد کا متولی بنے اور مکہ کے کافر مکہ معظمہ کی جس قدر خدمت کریں ان کو اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

یہاں عمارت سے مراد کسی نے مسجد بنانا لیا ہے اور کافر کو مسجد کے بنانے سے منع کیا ہے۔ کسی نے مسجد میں اٹھنا بیٹھنا مراد لیا ہے۔ اور کہا ہے کہ کافر کو کسی مسجد کا خادم یا متولی ناجائز ہے۔ البتہ مسجد کے بنوانے کے متعلق فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر کافر کو مسجد بنانے میں ثواب نظر آرہا ہے اور اس کو مسجد کے بنوانے میں اجازت دینے پر کوئی خطرہ لاحق نہ ہو تو اس کو مسجد بنانے کی اجازت دی جائے۔ لیکن جب مسجد بن جائے تو تصرف و اختیار مسلمان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور بنانے والے کافر کا اس میں کسی قسم کا دخل نہیں رہے گا"

مندرجہ بالا تشریح مفسرین کے طویل مباحث کا اجمالی خلاصہ ہے۔ اردو زبان میں کسی مفسر نے یہ وضاحت نہیں کی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نے اپنی تفسیر میں فقہی مسائل کا خلاصہ بھی بیان کیا ہے۔

کشاف القرآن کی زبان دورِ حاضر میں جدید پشتو زبان ہے۔ حافظ صاحب عربی اور اردو کی طرح پشتو زبان کے ایک سلجھے ہوئے ادیب تھے۔ ہر ایک بات کو مختصر مگر جامع اور ٹھوس الفاظ میں بیان کیا ہے۔ مختصر یہ کہ تفسیر پر ادبیت چھائی ہوئی ہے۔

آپ کا ترجمہ نہ لفظی ہے اور نہ بالکل با محاورہ جیسی کی آپ نے پارہ عم کے "پیژندگلو" یعنی تعارف میں خود ہی اعتراف کیا ہے۔ البتہ پشتو زبان میں با محاورہ اور سلیس تحریر کی یہ پہلی کوشش ہے۔ اور بقول آپ (حافظ صاحب) کے اس تفسیری حصہ میں ان مباحث کے عقدے کھولنے کی کوشش کی ہے۔ جو براہِ راست کلام اللہ سے متعلق ہیں۔ آپ نے ضروری شانِ نزول پیش کر دئیے ہیں۔ اور کہیں کہیں ربط آیات پر روشنی ڈالی ہے۔ اسرائیلیات سے بالکل احتراز کیا ہے۔ اور جگہ جگہ ان کی غلطیوں کی تردید کی گئی ہے۔ آپ نے بعض مشکل الفاظ کے معنی اور بعض ترکیبوں کی بھی وضاحت کی ہے۔

امید ہے کہ آئندہ پشتو زبان میں قرآن مجید کی تفسیریں لکھنے والوں کے لئے سنگِ میل کا کام دے گی۔